مرزا غالبؔ

مرزا غالبؔ ۱۷۹۶ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ اصل نام اسد اللہ خان تخلص شروع میں اسدؔ بعد میں غالبؔ رکھا۔ ان کے والد مرزا عبداللہ بیگ پہلے اودھ کے نواب آصف الدولہ اور نواب نظام علی خان کے درباروں سے منسلک رہے۔ اس کے بعد وہ راجہ بختاور سنگھ کی فوجی ملازمت سے وابستہ ہوگئے۔

ان کا شمار اردو کے درجہ اول کے شاعروں میں کیا جاتا ہے۔ اردو نثر میں انہیں بلند مقام حاصل ہے۔ غالبؔ سے قبل مراسلت کی عام زبان یا تو فارسی تھی یا پھر ناقابل فہم اور پر پیچ اردو زبان۔ لیکن غالبؔ نے اپنی مراسلت کے لئے جو طرز نگارش اختیار کیا وہ دو ٹوک سادہ، آسان، سہل اور مکالمہ کے انداز پر تھا۔ غالب کی نثر کے اس اسلوب کو آج تک کوئی بھی کامیابی کے ساتھ نقل نہ کرسکا۔ غالبؔ شادی ہونے تک آگرہ میں رہے۔ پھر دہلی آئے اور یہیں کے ہو کے رہے۔ وہ بے مثال شاعر تھے۔، بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھے۔ ۱۸۶۹ء میں دہلی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

خطوطِ غالب

مقاصدِ تدریس

۱۔ طلبہ کو مکتوب نگاری کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔

۲۔ طلبہ کو مرزا غالب کی شخصیت اور عادات سے آگاہ کرانا۔

۳۔ طلبہ کو بتا دینا کہ خطوط غالب کا شمار اُردو زبان کے نہایت اہم شہ پاروں میں ہوتا ہے۔

۴۔ جنگِ آزادی کے بعد ہندوستان کے حالات پر روشنی ڈالنا۔

مشکل الفاظ: اختلاط ، اہلِ حرفہ ، تحویل ، لوح ، ناگاہ ، ہنود

۱۔ بنام منشی ہرگوپال تفتہ

(اس خط میں غالب نے اپنے شاگرد تفتہ کو ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد دلی کے حالات لکھے ہیں۔)

صاحب!

تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا؟ وہ ایک جنم تھا کہ جس میں ہم تم باہم دوست تھے اور طرح طرح کے ہم میں تم میں معاملات مہر و محبت درپیش آئے۔ شعر کہے، دیوان جمع کیے، اسی زمانے میں ایک بزرگ تھے کہ وہ ہمارے تمہارے دوست دلی تھے اور منشی نبی بخش ان کا نام اور حقیر تخلص تھا۔ ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا، نہ وہ معاملات، نہ وہ اختلاط نہ وہ انبساط۔ بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم ہم کو ملا۔ اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہٖ مثل پہلے جنم کے ہے یعنی ایک خط میں نے منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا۔ اس کا جواب مجھ کو آیا اور ایک خط تمہارا، کہ تم بھی موسوم بہ منشی ہرگوپال اور متخلص بہ تفتہ ہو، آج آیا اور میں جس شہر میں ہوں اس کا نام بھی دلی اور اس محلے کا نام بلی ماروں کا محلّہ ہے۔ لیکن ایک دوست اس جنم کے دوستوں میں سے نہیں پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈھے کو مسلمان اس شہر میں نہیں ملتا۔ کیا امیر، کیا غریب، کیا اہلِ حرفہ، اگر کچھ ہیں تو باہر کے ہیں، ہنود البتہ کچھ کچھ آباد ہو گئے ہیں۔

اب پوچھو، تو کیوں کر مسکن قدیم میں بیٹھا رہا؟ صاحب بندہ! میں حکیم محمد حسن خاں مرحوم کے مکان میں نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہوں اور یہاں قریب کیا بلکہ دیوار بہ دیوار ہیں، گھر حکیموں کے اور وہ نوکر ہیں راجا نرندر سنگھ بہادر والئی پٹیالہ کے۔ راجہ صاحب نے صاحبان عالی نشان سے عہد لیا تھا کہ بروقت غارت دہلی یہ لوگ بچ رہیں، چنانچہ بعد فتح راجہ کے سپاہی یہاں آبیٹھے اور یہ کوچہ محفوظ رہا۔ ورنہ میں کہاں اور یہ شہر کہاں؟ مبالغہ نہ جاننا امیر غریب سب نکل گئے۔ جو رہ گئے تھے، وہ نکالے گئے۔

جاگیردار، پنشن دار، دولت مند، اہل حرفہ، کوئی بھی نہیں ہے۔ مفصل حالات لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ملازمان قلعہ پر شدت ہے اور باز پرس اور دار و گیر میں مبتلا ہیں، مگر وہ نوکر جو اس ہنگام میں ملازم ہوئے اور ہنگامے میں شریک رہے ہیں۔ میں غریب شاعر، دس برس سے تاریخ لکھنے اور شعر کی اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہوں۔ خواہی اس کو نوکری سمجھو، خواہ مزدوری جانو۔ اس فتنہ و آشوب میں کسی مصلحت میں، میں نے دخل نہیں دیا۔ صرف اشعار کی خدمت بجا لاتا رہا اور نظر اپنی بے گناہی پر شہر سے نکل نہیں گیا۔ میرا شہر میں ہونا حکام کو معلوم ہے، مگر چونکہ میری طرف بادشاہی دفتر میں سے یا مخبروں کے بیان سے، کوئی بات نہیں پائی گئی، لہٰذا طلبی نہیں ہوئی۔ ورنہ جہاں بڑے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے آئے ہیں، میری کیا حقیقت تھی؟ غرض اپنے مکان میں بیٹھا ہوں، دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا، سوار ہونا اور کہیں جانا تو بہت بڑی بات ہے۔ رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے، شہر میں ہے کون؟ گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہیں۔ مجرم سیاست پاتے جاتے ہیں۔ جرنیلی بندوبست یازدھم مئی سے آج تک یعنی شنبہ پنجم دسمبر ۱۸۵۷ء تک بدستور ہے۔ کچھ نیک و بد کا حال معلوم نہیں، بلکہ ہنوز ایسے امور کی طرف حکام کو توجہ بھی نہیں۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے؟ یہاں سے باہر اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے نہیں پاتا۔ تم زنہار یہاں کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی دیکھا چاہیے مسلمانوں کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہیں۔ بہرحال منشی صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط دکھا دینا۔ اس وقت تمہارا خط پہنچا اور اسی وقت میں نے یہ خط لکھ کر ڈاک کے ہرکارے کو دے دیا۔

شنبہ ۵ دسمبر ۱۸۵۷ء

(غالبؔ)

۲۔ بنام یوسف مرزا

(۹مئی ۱۸۶۰ء کا لکھا ہوا)

یوسف مرزا کیوں کر تجھ کو لکھوں کہ تیرا باپ مر گیا؟ اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ اب کیا کرو؟ مگر صبر؟ یہ ایک شیوۂ فرسودہ ابنائے روزگار ہے۔ تعزیت یوں ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتے ہیں کہ صبر کرو۔ ہائے ایک کا کلیجہ کٹ گیا ہے اور لوگ اسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ۔ بھلا کیوں کر نہ تڑپے گا؟ صلاح اس امر میں نہیں بتائی جاتی۔ دعا کو دخل نہیں۔ دوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرا، پھر باپ مرا، مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ بے سروپا کسے کہتے ہیں؟ تو میں کہوں گا یوسف مرزا کو۔ تمہاری دادی لکھتی ہیں کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا، یہ بات سچ ہے؟ اگر سچ ہے تو جوانمرد ایک بار دونوں قیدوں سے چھوٹ گیا۔ نہ قید حیات رہی نہ قید فرنگ۔ ہاں صاحب! وہ لکھتی ہیں کہ پنشن کا روپیہ مل گیا تھا۔ وہ تجہیز و تکفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہے؟ جو مجرم ہو کر چودہ برس کو مقید ہو اس کی پنشن کیوں کر ملے گی اور کس کی درخواست سے ملے گی؟ رسید کس سے لی جائے گی؟ مصطفیٰ خان کی رہائی کا حکم ہوا۔ مگر پنشن ضبط۔ ہر چند اس پرسش سے کچھ حاصل نہیں لیکن بہت عجیب بات ہے۔ تمہارے خیال میں جو کچھ آئے وہ مجھ کو لکھو۔ قصہ مختصر تمہاری دادی کا خط جو تمہارے بھائی نے مجھ کو بھیجا تھا وہ میں نے تمہارے ماموں کے پاس بھیج دیا۔ ان کی جائیداد کی واگزاشت کا حکم ہو تو گیا ہے اگر ان کے بڑے بھائی کے یاران کو چھوڑیں۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے؟ مظفر مرزا کو دعا پہنچے۔

تمہارا خط جواب طلب نہ تھا۔ تمہارے چچا کا آغاز اچھا ہے۔ خدا کرے انجام اسی آغاز کے مطابق ہو۔ ان کا مقدمہ دیکھ کر تمہاری پھوپھی کا اور تمہارا سرانجام دیکھا جاوے گا کہ کیا ہوتا ہے؟ ہوگا کیا؟ اگر جائیدادیں مل بھی گئیں تو قرض خواہ دام دام لے لیں گے۔ رزاق حقیقی پنشن دلوا دے کہ روٹی کا کام چلے۔ جناب میر قربان علی صاحب کو میرا سلام نیاز اور میر کاظم علی کو دعا۔

شنبہ ۲۷ شوال، ۹مئی ۱۸۶۰ء

(غالبؔ)

۳۔ بنام مرزا علاؤ الدین احمد خان علائی

میری جان! نئے مہمان کا قدم تم پر مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اور اس کی اور اس کے بھائیوں کی عمر دراز کرے۔ تمہاری تحریر سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سعیدہ، ثاقب اس کو عزیز اور غالب عزیزہ جانتا ہے۔ واضح لکھو تا کہ احتمال رفع ہو۔ خط ثاقب کے نام کا تو بہ تو بہ خط کا ہے کو ایک تختہ کاغذ کا ہے۔ سرسری میں نے پڑھا۔ لطیفہ و بذلہ و شوخی و شوخ چشمی کا بیان جب کرتا فحوائے عبارت سے جگر خون نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گزار، ایسا زبان آور اور ایسا عیار طرار، یوں عاجز درماندہ و از کار رفتہ ہو جائے۔ تمہارا غم جدا ساغر اول و درد۔ کیا دل لے کر آئے' کیا زبان لے کر آئے' کیا علم لے کر آئے' کیا عقل لے کر آئے اور پھر کسی روش کو برت نہ سکے۔ کسی شیوہ کی داد نہ پائی۔

بھائی اس معرض میں بھی تیرا ہم طالع اور ہمدرد ہوں۔ اگرچہ یک فنہ ہوں۔ مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم میں نے اپنی نظم و نثر کی داد بہ اندازۂ بایست پائی نہیں۔ آپ ہی کہا، آپ ہی سمجھا۔ قلندری و آزادگی و ایثار و کرم کے جو داعی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیئے ہیں بقدر ہزار یک ظہور میں نہ آئے نہ وہ طاقت جسمانی کہ ایک لاٹھی ہاتھ میں لوں اور اس میں شطرنجی اور ٹین کا لوٹا مع سوت کی رسی کے لٹکا لوں اور پا پیادہ چلوں۔ کبھی شیراز جا نکلا کبھی مصر میں جا ٹھہرا، کبھی نجف جا پہنچا۔ نہ وہ دست گاہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤں اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ سہی، جس شہر میں رہوں اس شہر میں تو کوئی بھوکا ننگا نظر نہ آئے۔

خدا کا مقہور، خلق کا مردود، بوڑھا، ناتواں، بیمار، فقیر، نکبت میں گرفتار۔ تمہارے حال پر غور کیا اور چاہا کہ اس کی نظیر بہم پہنچاؤں۔ واقعہ کربلا سے نسبت نہیں دے سکتا۔ لیکن واللہ تمہارا حال اس ریگستان میں بعینہ ایسا ہے جیسا مسلم بن عقیل کا حال کوفے میں تھا۔ تمہارا خالق تمہاری اور تمہارے بچوں کی آبرو کا نگہبان۔ میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بدر بھیک مانگے وہ میں ہوں۔

صبح دوشنبہ شانزدہم از مہ صیام ۱۲۸۱ھ (۱۳ فروری ۱۸۶۵ء)　　　　(غالبؔ)

مشق

۱۔ ذیل جملوں کی وضاحت کریں۔

(الف) اگرچہ یک فنہ ہوں۔

(ب) ایک کا کلیجہ کٹ گیا اور لوگ اِسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ۔

(ج) نہ قیدِ حیات رہی، نہ قیدِ فرنگ۔

(د) رازقِ حقیقی پنشن دلوا دے، تاکہ روٹی کا کام چلے۔

(ہ) نئے مہمان کا قدم تم پر مبارک ہو۔

(و) تمہارے چچا کا آغاز اچھا ہے۔ خدا کرے، انجام بھی اسی آغاز کے مطابق ہو۔

(ز) تمہارے حال پر غور کیا، واقعہ کربلا سے نسبت نہیں دے سکتا۔

۲۔ خطوط غالب کی مقبولیت کی وجوہات مختصراً بیان کیجیے۔

۳۔ درج ذیل الفاظ و محاورات کو جملوں میں استعمال کریں۔

خدا کا مقہور، احتمال، طالع، کلیجہ کٹ جانا، ابنائے روزگار، معرض

۴۔ نصاب میں شامل خطوط کو مدنظر رکھتے ہوئے دُرست جواب کا انتخاب کریں۔

(الف) غالب نے مرزا یوسف کو خط لکھا تھا:

۱۔ بیوی کی وفات پر ۲۔ باپ کی وفات پر ۳۔ بھائی کی وفات پر

(ب) مرزا غالب نے علاؤ الدین احمد خان علائی کو خط لکھا تھا:

۱۔ بچے کی پیدائش پر ۲۔ شادی کرنے پر ۳۔ حج پر جانے پر

(ج) غالب نے مرزا تفتہ کو خط میں تفصیل بیان کی ہے:

۱۔ دہلی کی بربادی کی ۲۔ لاہور کی بربادی کی ۳۔ لکھنؤ کی بربادی کی

(د) مرزا غالب نے یوسف مرزا کو خط میں کس کے بارے میں لکھا تھا کہ آغاز اچھا ہے، انجام اسی کے مطابق ہو:

۱۔ بھائی کے بارے میں ۲۔ والد کے بارے میں ۳۔ چچا کے بارے میں

(ہ) مرزا غالب نو دس برس سے کس مکان رہتے تھے:

۱۔ ذاتی مکان میں ۲۔ کرایہ کے مکان میں ۳۔ سرکاری مکان میں

۵۔ درج ذیل پیرا گراف کی تشریح کیجئے۔

(الف) اب پوچھو تو کیوں کر مسکن قدیم میں بیٹھا رہا؟ صاحب بندہ! میں حکیم محمد حسن خان مرحوم کے مکان میں نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہوں اور یہاں قریب کیا بلکہ دیوار بہ دیوار ہیں۔ گھر حکیموں کے اور نوکر ہیں راجا نرندر سنگھ والئی پٹیالہ کے۔ راجہ صاحب نے صاحبان عالیشان سے عہد لیا تھا کہ بروقت غارت دہلی یہ لوگ بچ رہیں۔ چنانچہ بعد فتح راجہ کے سپاہی یہاں آبیٹھے اور یہ کوچہ محفوظ رہا۔

(ب) خدا کا مقہور، خلق کا مردود، بوڑھا، ناتواں، بیمار، فقیر، نکبت میں گرفتار، تمہارے حال پر غور کیا، اور چاہا اس کی نظیر بہم پہنچاؤں۔ واقعہ کربلا سے نسبت نہیں دے سکتا لیکن واللہ، تمہارا حال اس ریگستان میں بعینہ ایسا ہے، جیسا مسلم بن عقیل کا حال کوفہ میں تھا۔ تمہارا خالق تمہاری اور تمہارے بچوں کی جان و آبرو کا نگہبان۔ میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو۔ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بدر کی بھیک مانگے وہ میں ہوں۔

(ج) تمہارا خط جواب طلب نہ تھا۔ تمہارے چچا کا آغاز اچھا ہے، خدا کرے انجام اسی آغاز کے مطابق ہو۔ ان کا مقدمہ دیکھ کر تمہاری پھوپھی اور تمہارا سرانجام دیکھا جاوے گا۔ کہ کیا ہوتا ہے؟ ہوگا کیا؟ اگر جائیداد مل بھی گئی تو قرض خواہ دام دام لے لیں گے۔ رازق حقیقی پنشن دلوا دے کہ روٹی کا کام چلے۔ جناب میر قربان علی صاحب کو میرا اسلام نیاز اور میر کاظم کو دُعا۔

۶۔ درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیئے۔

ضعیف، فقیر، آغاز، ناتواں، بیمار

سرگرمی

اپنے دوست کو خط لکھیئے جس میں یہ بتایئے کہ ایک دلچسپ خط کس طرح لکھا جاتا ہے۔

اشاراتِ تدریس

۱۔ اساتذہ کو چاہئے کہ سبق پڑھانے سے پہلے مرزا غالب کی شخصیت کا تعارف کرائیں۔

۲۔ مرزا غالب کی علمی و ادبی حیثیت واضح کریں۔

۳۔ خطوط میں جس طرح کی منظر کشی کی گئی ہے اُس کی وضاحت کریں۔